تربیت اولاد میں خلفائے راشدینؓ کا اسوۂ حسنہ اور معاصر عائلی زندگی میں اس کے اثرات

Role Model of Rightly Guided Caliphs in Raising children and the Impact on Contemporary Family Life

Nayab Gul [1]
Dr. Tahir Masud Qazi [2]

Abstract:

Family life is the guarantor of human survival and according to the Islamic law, the position of family life is not seen in any other human religion. In this context, Allah Almighty has made husband and wife a source of love and mercy and not a burden. Allah sent prophets to guide mankind. The last link in this chain is the blessed life of the Prophet Muhammad, which is the best example for the nation of Muhammad, in view of which the Companions of the Prophet (PBUH) trained their children. The solution to all our problems in the present age is the blessed life of the Prophet Muhammad (PBUH) and his trained people are in the following of the Rashideen Caliphs. Similarly, in this article, the good practice of the Rashideen Caliphs and its effects in contemporary family life has been presented in this article.

Keywards: *Rightly Guided Caliphs, Training of Children, Family Life, Society*.

عائلی زندگی انسانی بقاء کی ضامن ہے اور اسلامی شریعت کے مطابق عائلی زندگی کو جو مقام حاصل ہے وہ کسی اور انسانی مذاہب میں نہیں نظر آتا۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو باعث مودت اور رحمت بنایا ہے نہ کہ زحمت۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی راہنمائی کے لئے انبیاء کرام مبعوث فرمائے۔ اس سلسلے کی آخری کڑی آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی ذات مبارک ہے جو کہ امت محمدیہ کے لئے بہترین نمونہ ہے، جس کے پیش نظر صحابہ کرامؓ نے اپنی اولاد کی تربیت کی۔ عصر حاضر میں ہماری تمام تر پریشانیوں کا حل آنحضرت صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی سیرت مبارک اور ان کے تربیت یافتہ جماعت خلفائے راشدین کی پیروی میں ہی مضمر ہے۔ اسی طرح اس آرٹیکل میں تربیت اولاد میں حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا اسوۂ حسنہ اور معاصر عائلی زندگی میں اس کے اثرات کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

تربیت بابِ تفعیل کا مصدر ہے، علامہ فیروز آبادیؒ قاموس میں تربیت کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"رَبَوْتُ في حَجْرِهِ رَبْواً ورُبُوًّا، ورَبَيْتُ رَباءً ورُبِيًّا: نَشَأْتُ. ورَبَّيْتُه تَرْبِيَةً: غَذَوْتُه، كتَرَبَّيْتُه"[3]

(ناقص واوی) رَبَوْتُ فِي حَجْرِهِ: میں نے اس کی گود میں پرورش پائی، (اس کا مصدر) رَبْواً اور رُبُوًّا (آتا ہے)، رَبَيْتُ میں نے (اس کی گود میں) پرورش پائی، (اس کا مصدر) رَباءً اور رُبِيًّا (آتا ہے)، رَبَّيْتُه (اس کا مصدر) تَرْبِيَةً (آتا ہے) میں نے اسے کھلایا، (یہ مادہ باب تفعیل سے) تَرَبَّيْتُه (باب

[1]. PhD Scholar, Department of Islamic Stuies, Lahore Garrison University, Lahore

[2]. Chairperson, Department of Islamic Stuies, Lahore Garrison University, Lahore

3. Ferozabadi, Muhammad bin Yaqoob, *Al-Qamoos Al-Muheet,* Muassah Al-Risaalah, Beirut, 8th ed. 1286/1

تفعل) کی طرح (یعنی اس کا ہم معنی) آتا ہے۔

اولاد کی تعلیم وتربیت کا انتظام والدین کا فرض

اولاد کو تعلیم اور تربیت سے آراستہ کرنا والدین پر شرعی، قانونی اور اخلاقی طور پر لازم ہے، اگر والدین بچوں کی تربیت اور خبرگیری کے حوالے سے غفلت برتیں گے تو اس کے نتیجے میں معاشرہ سخت بربادی اور تنزلی کا شکار ہوگا، اس لیے والدین پر یہ لازم ہے کہ ان کی تعلیم وتربیت کا بہترین انتظام کریں، روزِ اول سے اولاد پر کڑی نگاہ رکھیں، ان کی تربیت اور نگرانی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں، نیز زبانی کلامی نصیحت کے ساتھ ساتھ ان کے لیے عملی نمونہ بن کر ان کو بھلائی اور نیکی کے کاموں کی طرف راغب کریں۔

خلفائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعلیمات والدین کو تاکید کرتی ہیں کہ وہ اولاد کو تعلیم اور تربیت سے آراستہ کرنے کا خصوصی اہتمام کریں، امام ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں اس آیت: "يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ"[1] کے تحت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد نقل کیا ہے: "عن عليّ بن أبي طالب رضى الله عنه في قوله: (قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ) قال: علّموهم، وأدّبوهم."[2] حضرت علیؓ سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد: "اے مومنو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے کہ اس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے" کی تفسیر میں منقول ہے: اپنی اولاد کو تعلیم دیجیے اور انہیں ادب سکھائیے۔

اولاد میں اللہ کے راستے میں قربانی کا جذبہ پیدا کرنا

والدین کا فرض ہے کہ اولاد میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانی دینے کا جذبہ پیدا کیا جائے، اولاد کی ایسی تربیت مطلوب ومحمود ہے کہ دین کے لیے تکالیف برداشت کرنا، مشکلات کا سامنا کرنا اور مشقتیں اٹھانا ان کے لیے نہ صرف آسان ہو بلکہ ان حالات میں ان کا صبر اور برداشت بھی ان کا ساتھ دے رہا ہو، اور ان تمام مشکلات کا وہ خندہ پیشانی کا ساتھ مقابلہ کر رہے ہوں، یہ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے جب والدین خود اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانی اور ایثار جیسی صفات سے آراستہ ہوں، اور اولاد کے لیے زبانی ترغیب کے بجائے عملی نمونہ پیش کر رہے ہوں، تو اولاد میں ان کیفیات وصفات کا پیدا ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔

حضرات خلفائے راشدین خود بھی راہِ خدا میں ہر طرح کی قربانی اور ایثار میں سب سے نمایاں اور مقدم تھے، اور اپنے ساتھ اولاد کی بھی ایسی تربیت فرمائی تھی کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانی سے دریغ نہیں کیا کرتے تھے، اور ان مشکلات کا سامنے کرتے وقت تنگ دلی اور بے صبری کے بجائے خندہ پیشانی اور کشادہ دلی کے اوصاف سے آراستہ ہوتے تھے، صحیح بخاری میں ابو بکرؓ کی بیٹی اسماءؓ کا قصہ مروی ہے، جس معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح اس نے ہجرت کے وقت اپنا کمر بند شق کر کے اپنے والد کے لیے سامان سفر تیار کیا، اسماء رضی اللہ عنہا سے منقول ہے:

---

1. Al-Tehreem, 66:6
2. Al-Tabri, Muhammad bin Jareer, *Jaame Al-Bayan fi Ta'weel Al-Quran*, Beirut, Muassah Al-Risalah, 1420AH, 491/23

" صَنَعْتُ سُفْرَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ أَبِي بَكْرٍ، حِينَ أَرَادَ أَنْ يُهَاجِرَ إِلَى المَدِينَةِ، قَالَتْ: فَلَمْ نَجِدْ لِسُفْرَتِهِ، وَلاَ لِسِقَائِهِ مَا نَرْبِطُهُمَا بِهِ، فَقُلْتُ لِأَبِي بَكْرٍ: «وَاللَّهِ مَا أَجِدُ شَيْئًا أَرْبِطُ بِهِ إِلَّا نِطَاقِي»، قَالَ: فَشُقِّيهِ بِاثْنَيْنِ، فَارْبِطِيهِ: بِوَاحِدٍ السِّقَاءَ، وَبِالْآخَرِ السُّفْرَةَ، «فَفَعَلْتُ، فَلِذَلِكَ سُمِّيَتْ ذَاتَ النِّطَاقَيْنِ"[1]

ہجرتِ مدینہ کے وقت میں ابو بکرؓ کے گھر میں آنحضرت کے لیے توشہ دان تیار کر رہی تھی، ہمیں توشہ دان اور مشکیزے کے باندھنے کے لیے کچھ نہ مل سکا، تو میں نے اپنے والد سے عرض کیا: بخدا! انہیں باندھنے کے لیے مجھے کمر بند کے علاوہ کوئی چیز نہیں مل رہی، تو آپ نے جواب دیا: اسے پھاڑ کر دو حصوں میں تقسیم کر دو، ایک سے مشکیزہ باندھو اور دوسرے ٹکڑے سے توشہ دان، میں نے اسی طرح کر دیا، اسی بناء پر میرا نام ذات النطاقین پڑ گیا۔

پھر جب حضرت ابو بکرؓ سفر ہجرت پر روانہ ہوئے تو کس طرح اپنے دادا کے سامنے شکایت کرنے کے بجائے ان کو تسلی دی، مسند احمد کی روایت میں واقعہ وارد ہے: "اسماء رض سے مروی ہے کہ جب رسول کریم ﷺ اور ابو بکر رض (ہجرت کی غرض سے مکہ سے) نکلے تو ابو بکرؓ اپنا پورا امال اپنے ساتھ لے کر چلے جو کہ پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم کی مقدار میں تھا، ہمارے دادا ابو قحافہ ہمارے گھر تشریف لائے، اس وقت ان کی نگاہ جا چکی تھی، دادا جی فرمانے لگے: بخدا میرا یقین ہے کہ ابو بکر اپنی جدائی کے ساتھ اپنا مال بھی اپنے ساتھ لے جا کر تمہیں تکلیف میں ڈال چکا ہے، میں نے جواب دیا: بالکل نہیں دادا جان، وہ ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ چکے ہیں۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے پتھر جمع کر کے گھر کے اس طاقچے میں رکھ دیے جس میں میرے والد پیسے رکھا کرتے تھے، ان پتھروں پر میں نے کپڑا ڈال دیا، پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر کہا: دادا جان! اس مال پر ہاتھ رکھ کر دیکھ لیجیے، انہوں نے ہاتھ رکھ کر فرمایا: اگر اس نے اتنا چھوڑا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں، یہ اس نے اچھا کیا ہے، اس سے آپ لوگوں کا گزارہ ہو جائے گا۔ حضرت اسماء رض کہتی ہیں: بخدا! والد نے ہمارے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا، لیکن یہ سب کچھ کر کے میں چاہتی تھی کہ بڑے میاں کو اطمینان دلا سکوں۔"[2]

اولاد کو غلطی پر تنبیہ اور اصلاح کی کوشش

والدین کو چاہیے کہ اولاد اگر کوئی غلط کام کر لے تو ان کی حوصلہ افزائی نہ کرے، بلکہ غلطی پر سرزنش اور تنبیہ کے ساتھ اس کو درست کرنے اور اس سے ہونے والے نقصان کی تلافی کے لیے تگ ودود کریں، نیز اس حوالے سے خاندان کے بڑوں کے ساتھ یا قوم کے سرکردہ افراد کے ساتھ مشورہ کرنے اور صلاح لینے کی اگر ضرورت پڑے تو اس میں ہچکچاہٹ سے مکمل گریز کریں، اور پوری تندہی کے ساتھ اس غلطی کو سدھارنے کے لیے کوشاں ہوں۔

حضرات خلفائے راشدین کی سیرت میں ہمیں اس حوالے سے بہترین رہنمائی مل سکتی ہے، عمر رض کے فرزند حضرت عبد اللہ بن عمر نے بیوی کو حیض کے زمانے میں طلاق دی، طلاق ویسے بھی ناپسندیدہ عمل ہے، اور پھر حالتِ حیض میں اس کی قباحت اور بڑھ جاتی ہے، چنانچہ جب

1. Bukhari, Muhammad bin Ismail, *Al-Jaame Al-Sahih*, Book: Al-Jihaad wa Al-seer, Chapter: Haml Al-zaad, Al-Riyadh, Dar Al-Salam Li Nashr wa Al-Touzih, H: 2979

2. Ahmad bin Hambal, *Al-Musnid*, Beirut, Muassah Al-Risalah, ed.1, 1421AH, 520/44

عمر رض کو اس صورت حال کا علم ہوا، تو فوراً حرکت میں آئے، اور اس نقصان کی تلافی کے لیے کوشش شروع فرمائی، اس سلسلے میں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بیان کی، امام بخاریؒ عبداللہ بن عمر رض سے روایت کرتے ہیں: "میں آنحضرت ﷺ کے زمانے میں اپنی زوجہ کو حیض کے دوران طلاق دے دی، تو عمر رض نے اس حوالے سے آنحضرت ﷺ سے استفسار کیا، تو آپ ﷺ نے جواب دیا:" اس کو کہو کہ اپنی بیوی سے مراجعت کرے، اس کے بعد اسے اپنے پاس روک دے، تا آنکہ اس کی پاکی کا زمانہ شروع ہو جائے، پھر اسے حیض آجائے، اور اس کے بعد پھر پاکی کا وقت آئے، (تو اب اس کو اختیار ہے) بعد ازاں چاہے تو اس کو اپنے نکاح میں روکے رکھے، اور چاہے تو (اس پاکی کے عرصے میں) جسمانی تعلق قائم کرنے سے قبل اسے طلاق دیدے، یہی وہ گنتی کا حساب ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بیویوں کو طلاق دینے میں اس کا لحاظ کیا جائے۔"[1]

غلطی پر اولاد کی سرزنش اور گوشمالی

اولاد کی تربیت میں یہ امر بہت اہم ہے کہ جب ان سے کوئی لغزش صادر ہو جائے تو والدین نہ صرف ان کو تنبیہ اور سرزنش کریں، بلکہ موقع محل کی مناسبت کا لحاظ کرتے ہوئے ان کو سزا دینے اور گوشمالی کرنے کا بھی اہتمام کریں، اس سے اولاد کی اصلاح ہو جاتی ہے، اور آئندہ کے لیے ان میں ایسے مواقع کے لیے احتیاط اور سمجھداری بھی کا عنصر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ عائشہؓ آنحضرت ﷺ کے ساتھ سفر میں تھی، راستے میں ان کا ہار ٹوٹ کر گم ہو گیا، آنحضرت ﷺ نے ہار ڈھونڈنے کے لیے لشکر کو قیام کا حکم دیا، لیکن قیام کی جگہ ایسی تھی جہاں پانی میسر نہیں تھا، لوگوں نے ابو بکرؓ سے شکایت کی کہ ہمارے پاس پانی ختم ہو چکا، اور حضرت عائشہؓ کی وجہ سے ہمیں ایسی جگہ رکنا پڑا جہاں پانی میسر نہیں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے عائشہؓ کی کس طرح سرزنش فرمائی؟ خود عائشہؓ کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں:

" فَقَالَتْ عَائِشَةُ: فَعَاتَبَنِي أَبُو بَكْرٍ، وَقَالَ: مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَقُولَ وَجَعَلَ يَطْعُنُنِي بِيَدِهِ فِي خَاصِرَتِي، فَلاَ يَمْنَعُنِي مِنَ التَّحَرُّكِ إِلَّا مَكَانُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى فَخِذِي، «فَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أَصْبَحَ عَلَى غَيْرِ مَاءٍ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ آيَةَ التَّيَمُّمِ فَتَيَمَّمُوا»"[2]

عائشہ رض کہتی ہے کہ ابو بکر رض نے مجھ پر ناراض ہو کر مجھے سخت سست کہا، نیز لگاتار میرے کوکھ میں اپنے ہاتھ سے کچوکے لگاتے جا رہے تھے، لیکن چونکہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میرے زانو پر تھا، جس وجہ سے میں نے خود کو (باوجودِ تکلیف) حرکت کرنے سے روکا ہوا تھا، جب صبح آنحضرت ﷺ بیدار ہوئے تو (وضو کے لیے) پانی موجود نہیں تھا، اللہ جل شانہ نے تیمم کا حکم نازل فرمایا، تو مسلمانوں نے تیمم کیا، (اور اس سے فجر کی نماز پڑھی)۔"

حضرت ابو بکرؓ کے اس طریقہ کار سے معلوم ہو رہا ہے کہ اولاد کی غلطی پر سرزنش کرنی چاہیے، بلکہ موقع مناسبت سے ان کو سزا بھی دینی چاہیے، تاکہ ان میں احتیاط کا عنصر پیدا ہو، اور آئندہ کے لیے سمجھداری سے کام لیں۔

---

1. Bukhari, *Al-Jaame Al-Sahih*, Book: Al-Talaq, Hadith: 5251
2. ibid, Hadith:334

اولاد کو دنیاوی مناصب سے دور رکھنا

والدین کو چاہیے کہ اولاد کو دنیاوی چکاچوند اور مراتب و مناصب کی دوڑ میں پڑنے سے باز رکھا جائے، اس کے برعکس ان میں آخرت کا شوق اور محبت اور دینی امور میں ترقی اور کمال کا جذبہ بیدار کیا جائے، خاص طور پر وہ والدین جن کے پاس کوئی حکومتی عہدہ یا سرکاری منصب ہو، تو ان کے لیے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ موروثیت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے بیٹے کو اپنے بعد اس عہدے پر براجمان کر دے، اسی موروثیت کی وجہ سے بہت سارے حق داروں کا حق مارا جاتا ہے، اور سرکاری عہدوں پر نااہل اور لاپرواہ لوگ مسلط ہو جاتے ہیں، جس کی وجہ سے ملک و ملت کا نقصان ہوتا ہے، اور سرکاری نظم میں خلل پڑنے لگتا ہے، اس خرابی کی بنیاد عموماً یہی غلط روش ہوتی ہے۔

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص، للّٰہیت اور ایمانداری کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا، چنانچہ ان حضرات کے ہاں نہ تو کوئی نااہل شخص کسی عہدے کو کسی رشوت، سفارش یا تعلقات کی بنیاد پر حاصل کر سکتا تھا، اور نہ ہی کوئی اقرباء پروری کر کے اپنوں کو نواز سکتا تھا، بلکہ یہ حضرات تو اپنے رشتہ داروں کو باوجود اہلیت اور قابلیت کے سرکاری مناصب اور عہدوں سے دور رکھا کرتے تھے، جب ابو بکرؓ کا آخری وقت آں پہنچا تو آپ نے اپنے بیٹے یا کسی رشتہ دار کو اپنا جانشین بنانے کے بجائے حضرت عمر رض کو منتخب فرمایا، اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ ابولؤلؤ فیروز مجوسی کے قاتلانہ حملے کا شکار ہوگئے، اور زندگی کی امید باقی نہ رہی تو ارباب حل وعقد نے ان سے اگلے خلیفہ کے انتخاب کے حوالے سے وصیت کی گزارش کی، ان صاحبان کو آپ رض نے چند حضرات کے نام بتادیے کہ یہ حضرات مشاورت کر کے طے کریں گے، ان کے ساتھ اپنا برخوردار یعنی عبد اللہ بن عمرؓ کو صرف مشاورت میں شریک ہونے کی اجازت دی، لیکن خلافت کے حوالے ان کے بارے میں صاف انکار کر دیا، اس حوالے سے صحیح بخاری سے عمرو بن میمونؒ کی ایک طویل روایت سے ایک اقتباس پیشِ خدمت ہے:

" وَاسْتَأْذَنَ الرِّجَالُ، فَوَلَجَتْ دَاخِلًا لَهُمْ، فَسَمِعْنَا بُكَاءَهَا مِنَ الدَّاخِلِ، فَقَالُوا: أَوْصِ يَا أَمِيرَ المؤْمِنِينَ اسْتَخْلِفْ، قَالَ: مَا أَجِدُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهَذَا الأَمْرِ مِنْ هَؤُلاَءِ النَّفَرِ، أَوِ الرَّهْطِ، الَّذِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَسَمَّى عَلِيًّا، وَعُثْمَانَ، وَالزُّبَيْرَ، وَطَلْحَةَ، وَسَعْدًا، وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ، وَقَالَ: يَشْهَدُكُمْ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ، وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ - كَهَيْئَةِ التَّعْزِيَةِ لَهُ - فَإِنْ أَصَابَتِ الإِمْرَةُ سَعْدًا فَهُوَ ذَاكَ، وَإِلَّا فَلْيَسْتَعِنْ بِهِ أَيُّكُمْ مَا أُمِّرَ، فَإِنِّي لَمْ أَعْزِلْهُ عَنْ عَجْزٍ، وَلاَ خِيَانَةٍ. "[1]

(مدینہ منورہ کے ارباب حل وعقد میں سے) کچھ حضرات نے گھر میں داخل ہونے کی اجازت مانگی، تو حفصہ رض (جو اس وقت عمر رض کے ساتھ بیٹھی تھی) ان (حضرات کے آنے) کی وجہ سے گھر کے اندرونی حصے میں تشریف لے گئی، گھر کے اندر سے ہم ان کے رونے کی آواز سن رہے تھے، ان صاحبان نے عمر رض سے درخواست کی: اے امیر المومنین! وصیت فرما کر اپنا جانشین مقرر کر دیجیے، آپ رض نے جواب دیا: خلافت کا حق دار میں سب سے زیادہ انہی لوگوں کو سمجھتا ہوں جن سے آنحضرت ﷺ اپنی وصال کے وقت راضی تھے، پھر آپؓ نے عثمانؓ، علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعدؓ اور عبد الرحمنؓ

1. Bukhari, *Al-Jaame Al-Sahih*, Book: Ashaab Al-Nabi, Chapter: Qissah Al-Bai'ah, Hadith:3700

کے نام لیے، اور فرمایا: تم لوگوں کے ساتھ عبد اللہ بن عمر مشورے میں شریک ہو گا، لیکن اس کو خلافت نہیں مل سکتی، یہ بات گویا ان کا دل رکھنے کے لئے فرمائی، اگر خلافت سعدؓ کو مل جائے تو بہت بہتر ہے، ورنہ جو بھی خلیفہ بنے وہ سعدؓ سے امور خلافت میں معاونت لے، میں نے انہیں امارت سے نااہلی یا بد دیانتی کی بناء پر الگ نہیں کیا تھا۔"

اولاد کی علمی قابلیت پر خوشی کا اظہار کرنا

اولاد کی تعلیم، خصوصاً دینی علوم سکھانا والدین کی ذمہ داری اور شرعی فریضہ ہونے کے ساتھ ساتھ آخرت کی کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بھی ہے، اس حوالے سے والدین کا اخلاقی فرض ہے کہ اولاد کی علمی قابلیت پر خوشی کا اظہار کریں اور علمی میدان میں ترقی کی منازل طے کرنے پر ان کی حوصلہ افزائی کریں، اس سے اولاد میں تحصیل علم کا مزید شوق و رغبت پیدا ہوتا ہے۔

عمرؓ کے فرزند عبد اللہؓ علمی قابلیت اور فقاہت کے حوالے ایک نمایاں شخصیت ہے، ان کی اس علمی ترقی کے پیچھے ایک بڑا عامل ان کے والد عمرؓ کی تشجیع، تائید اور حوصلہ افزائی بھی ہے، ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے سوال فرمایا:

"أَخْبِرُونِي بِشَجَرَةٍ مَثَلُها مَثَل المسْلِم، تؤتِي أُكُلَها كلَّ حِيْن بِإِذْن ربِّها، لا تحتُّ وَرَقُها» ، فوقع في نفْسِي النَخْلة، فكَرِهْتُ أن أتكلَّم، وثم أبو بكر وعمر رضي الله عنهما، فلما لم يتكلما قال النبيﷺ: «هِيَ النَّخْلَةُ» ، فلما خرجت مع أبي قلت: يا أبت، وقع في نفسي النخلة، قال: ما منعك أن تقولها؟ لو كنت قلتها كان أحب إلي من كذا وكذا، قال: ما منعني إلا لم أرك، ولا أبا بكر تكلمتما، فكرهت."[1]

"مجھے ایسا درخت بتادو جو مسلمان کی طرح ہو، ہر موسم میں اس پر پھل آتا ہو، اور اس کے پتے نہیں جھڑتے؟" مجھے یہ گمان ہوا کہ یہ درخت کھجور کا درخت ہو گا، چونکہ وہاں حضرت ابو بکر رض اور حضرت عمر رض (اور ان جیسے دیگر اکابر صحابہ) موجود تھے؛ اس لیے ان کی موجودگی میں مجھے بولنا اچھا نہیں لگا، جب ان حضرات نے بھی جواب نہیں دیا، تو آپ ﷺ فرمانے لگے: وہ درخت کھجور کا ہے۔ جب والد بزرگوار کے ہمراہ مجلس سے ہماری واپسی ہوئی تو میں کہنے لگا: ابا جان! مجھے خیال آیا تھا کہ یہ درخت کھجور کا ہے، آپ رض فرمانے لگے: "تو تم نے بتایا کیوں نہیں؟ اگر تم نے یہ جواب دیا ہوتا تو مجھے یہ اس قدر مال ملنے سے زیادہ پسندیدہ ہوتا۔" میں نے وضاحت کی کہ: میں اس بناء پر رکا کہ مجھے نظر آرہا تھا کہ آپ اور حضرت ابو بکر کو خاموش ہیں، سو مجھے بولنا اچھا نہ لگا۔"

ایک دن علیؓ نے اپنے فرزند حسنؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"يا بني ألا تخطب حتى أسمعك؟" پیارے بیٹے! آپ خطبہ کیوں نہیں دیتے کہ میں تمہارا خطبہ سن سکوں؟ حسنؓ نے جواب دیا: "إني أستحي أن أخطب وأنا أراك" میں آپ کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے شرماتا ہوں۔ چنانچہ حضرت علیؓ ایسی جگہ جاکر تشریف فرما ہوئے جو حسنؓ کی نگاہوں سے اوجھل تھی، پھر بعد حضرت حسنؓ منبر پر خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، آپؓ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، حضرت علیؓ کو آپؓ کی آواز پہنچ رہی تھی، جب خطبہ ختم ہوا، اور علیؓ لوٹ رہے تھے تو زبان مبارک پر یہ آیت جاری تھی:

---

1. Bukhari, *Al-Adab Al-Mufrid*, Daar, Al-Basha'ir Al-Islamiah ed.3, 1409AH, Hadith: 360, p.132

"ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ "[1]

یہ ایسی نسل تھی جس کے افراد (نیکی اور اخلاص میں) ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، اور اللہ (سب کی باتیں) سننے والا ہے، (اور ہر چیز کا) علم رکھنے والا ہے۔"[2]

اولاد کے ہاتھ سے صدقہ خیرات اور بھلائی کے کام کروانا

والدین کو چاہیے کہ اگر کوئی بھلائی کا کام کرنا ہو تو وہ کام اولاد کے ہاتھ کروایا جائے، جیسے کسی محتاج کو کھانا کھلانا، کسی ضرورت مند کی ضرورت پوری کرنا یا کسی لاچار کی خبر گیری کرنا۔ اس سے اولاد میں نیکی، راہِ خدا میں خرچ کرنے اور لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنے کا جذبہ پیدا ہو گا اور نیک کاموں کی ترغیب اور حوصلہ افزائی کی صورت پیدا ہو گی، نیز اولاد پر والدین کی نصیحت سے زیادہ والدین کے طرز عمل کا ہو اور سیرت کا اثر ہوتا ہے، پس جب وہ والدین کو بھلائی کا حکم دیتے ہوئے، اور اس کے ساتھ اس پر عمل بھی کرواتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کے اندر خود بخود بھلائی کا جذبہ پروان چڑھے گا۔

حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اپنی اولاد کی تربیت کے حوالے بلاشبہ ایک بہترین نمونہ ہیں، ان حضرات کے ہاں اپنے اولاد کے ہاتھ نیکی اور بھلائی کے کام کروانے کے بہت سارے نمونے ملتے ہیں، انہی میں سے ایک واقعہ پیش کیا جارہا ہے، جب آنحضرت ﷺ نے طائف کے قیدیوں کو رہا فرمایا، تو عمر رض کے حصہ میں جو دو باندیاں آئی تھیں ان کے حوالے سے اپنے فرزند یعنی عبداللہ بن عمرؓ کو حکم دیا کہ جاکر ان کو آزاد کر دے، اس حوالے سے بخاری شریف میں نافعؒ سے روایت منقول ہے۔ نافعؒ سے مروی ہے کہ عمرؓ عرض کیا:

"يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّهُ كَانَ «عَلَيَّ اعْتِكَافُ يَوْمٍ فِي الجَاهِلِيَّةِ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَفِيَ بِهِ»، قَالَ: وَأَصَابَ عُمَرُ جَارِيَتَيْنِ مِنْ سَبْيِ حُنَيْنٍ، فَوَضَعَهُمَا فِي بَعْضِ بُيُوتِ مَكَّةَ، قَالَ: «فَمَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى سَبْيِ حُنَيْنٍ»، فَجَعَلُوا يَسْعَوْنَ فِي السِّكَكِ، فَقَالَ عُمَرُ: يَا عَبْدَ اللَّهِ، انْظُرْ مَا هَذَا؟ فَقَالَ: «مَنَّ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى السَّبْيِ»، قَالَ: اذْهَبْ فَأَرْسِلِ الجَارِيَتَيْنِ."[3]

"اے اللہ کے رسول! میں زمانہ جاہلیت میں نذر مانی تھی کہ میں ایک دن اعتکاف کروں گا، تو آپ ﷺ یہ نذر پورا کرنے کا ارشاد فرمایا، نافعؒ فرماتے ہیں کہ جنگِ حنین کے قیدیوں میں سے عمرؓ کے حصے میں دو باندیاں آئیں، جنہیں آپؓ نے مکہ مکرمہ میں کسی گھر میں ٹھہرا دیا۔ اس دوران آپ ﷺ نے حنین کے قیدیوں کو آزاد فرمایا، وہ لوگ خوشی سے مکہ مکرمہ کی گلی کوچوں میں بھاگ دوڑ میں مصروف ہوگئے، عمرؓ نے اپنے فرزند عبداللہ سے کہا کہ جاکر معلوم کرے یہ کیا ماجرا ہے؟ اس نے واپس آکر بتایا کہ آنحضرت ﷺ نے قیدیوں پر احسان فرماکر آزاد کر دیا ہے، تو آپؓ نے عبداللہ بن عمرؓ کو حکم دیا: جاکر ان دونوں باندیوں کو بھی آزاد کر دو۔"

1. Aal-e-Imran, 3:34
2. Ibn-e- Kathir, Ismail bin Umar, *Al-Bidayah Al-Nihayah*, Daar Ihyaa Al-Turaas Al-Arabi, ed.1, 1408AH, 41/8
3. Al-Bukhari, *Al-Jaame Al-Sahih*, Book: Farz Al-Khums, Chapter: MA Kaan Al-Nabi Yutee Al-Muallafa Quloobu hum, Hadith: 3144

اولاد کو حسنِ معاشرت کی تعلیم

اولاد کو معاشرے میں رہن سہن کے طور طریقے سکھانا، رشتہ داروں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا اور چھوٹے بڑے سے تمیز، ادب اور سلیقے سے ملنے جھلنے اور معاملات کرنے کی تعلیم دینا والدین کا فریضہ ہے، والدین کو چاہیے کہ اولاد کو بچپن سے ہی ان آداب کی تعلیم و تلقین کرتے رہیں اور عملی طور پر بھی ان اصول و آداب پر کاربند فرمائیں۔ علیؓ اپنے فرزند حسنؓ کو معاشرت کے اصول کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"يا بني لا تستخفن برجل تراه أبدا، فإن كان أكبر منك فعده أباك، وإن كان مثلك فهو أخوك، وإن كان أصغر منك فاحسب أنه ابنك. "[1]

"میرے پیارے بیٹے! کسی بھی شخص کے ساتھ تحقیر کے ساتھ ہر گز پیش مت آنا، اگر وہ تیرے سے بڑا ہے تو اسے باپ جیسی تعظیم دو، اگر ہم عمر ہے تو اسے بھائی سمجھو، اور اگر کم عمر ہے تو اسے اولاد کی طرح سمجھو۔"

اولاد کو آپس میں متحد و متفق رکھنے کی تدبیر کرنا

اولاد کی تربیت کے حوالے سے والدین پر لازم کہ اولاد کو عملی طور پر زندگی کے آداب سکھائیں، جس سے انہیں نہ صرف معاشرتی اور اجتماعی زندگی میں مشکلات سے نبرد آزما ہونے میں آسانی ہوگی، بلکہ اس سے ان کے لیے ایک بھرپور اور خوشگوار زندگی گزارنے میں آسانی رہے گی۔

اس حوالے سے ایک اصول یہ ہے اولاد کو سمجھ بوجھ آنے کے بعد اکٹھا رکھنا، اور خاص طور مشترکہ خاندانی نظام کے بندھن میں باندھ کر رکھنا بڑی زیادتی ہے، جس کے نتیجے میں اولاد کو بہت ساری پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز اس کی وجہ آپس میں چپقلش اور کھینچا تانی کی فضاء بنی رہتی ہے، اس میں گھر کے کسی فرد کو سکون اور آرام میسر نہیں ہوتا، اس معاملے میں عمرؓ کی اپنی اولاد کو جامع نصیحت سے نوازا ہے۔

سالم بن عبد اللہؒ اپنے والد عبد اللہ بن عمرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ عمرؓ اپنی اولاد کو نصیحت فرماتے تھے:

" إذا أصبحتم فتبددوا، ولا تجتمعوا في دار واحدة، فإني أخاف عليكم أن تقاطعوا، أو يكون بينكم شر"[2]

"جب صبح ہو جائے تو تم لوگ الگ الگ ہو جانا، ایک گھر میں جمع ہو کر نہ رہنا، (ہر وقت ایک ساتھ رہنے میں) مجھے اندیشہ ہے کہ خدانخواستہ تم لوگوں میں قطع رحمی یا کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو جائے۔"

بیٹی کو شوہر کے ساتھ نباہ کرنے کی نصیحت کرنا

شادی کے بعد جب بیٹی نئے گھر چلی جاتی ہے تو وہ گھر بسانا اور شوہر کے دل میں جگہ بنانا اس کا پہلا امتحان ہوتا ہے، اور اس امتحان میں کامیابی کا دار و مدار والدین کی تربیت اور تاکید و نصیحت پر ہوتا ہے، عقل مند ماں باپ بیٹی کو شوہر کے ساتھ گزارہ کرنے، گھر بسانے اور اس کا حکم بجالانے کی تلقین کرتے ہیں، اگر بالفرض درمیان میں کوئی ناچاقی یا بدمزگی کی صورت پیدا ہو تو بجائے بیٹی کی طرف داری کے وہ شوہر کی حمایت

1. Ibn-e-Kathir, *A-Bidayah Al-Nihayah*, 44/8
2. Bukhari, *Al-Adab Al-Mufrid*, Beirut, Hadith: 415, p.150

کرتے ہیں، جس سے نہ صرف ان کا گھر ٹوٹنے سے بچ جاتا ہے، بلکہ بیٹی اپنے اس نئے گھر کو بسانے میں دل چسپی لینا شروع کر دیتی ہے، اور ہر طرح کے حالات میں وقت گزارنے کا عزم کر لیتی ہے۔

جب مکہ سے مہاجرین ہجرت کرکے مدینہ میں آباد ہوئے تو مدینہ منورہ کا ماحول شہری تھا، جہاں بیویاں شوہروں پر کسی حد تک غلبہ رکھتی تھی، دیکھا دیکھی میں مہاجرین کی بیویاں بھی شوہروں کے ساتھ الجھنے لگیں، ایک دن عمرؓ نے بیوی کے ساتھ سخت کلامی کی، آگے سے بیوی نے بھی جواب دیا، آپ رض کو یہ رویہ ناگوار لگا، تو بیوی کہنے لگی: آپ کو جواب دینا اتنا برا کیوں لگ رہا ہے؟ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات بھی آپ ﷺ کو جواب دیتی ہیں، اور بسا اوقات ناراضگی میں پورا پورا دن قطع کلامی میں گزر جاتا ہے۔ عمرؓ کو یہ صورت حال سنتے دھچکا لگا، فوراً اٹھ کر اپنی بیٹی حضرت حفصہ کے پاس جا کر اس حوالے سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا کہ واقعی ایسا ہے، اس پر عمرؓ نے اسے زبردست نصیحت فرمائی:

"خَابَتْ وَخَسِرَتْ أَفَتَأْمَنُ أَنْ يَغْضَبَ اللَّهُ لِغَضَبِ رَسُولِهِ ﷺ، فَتَهْلِكِينَ لاَ تَسْتَكْثِرِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَلاَ تُرَاجِعِيهِ فِي شَيْءٍ، وَلاَ تَهْجُرِيهِ، وَاسْأَلِينِي مَا بَدَا لَكِ، وَلاَ يَغُرَّنَّكِ أَنْ كَانَتْ جَارَتُكِ هِيَ أَوْضَأَ مِنْكِ، وَأَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، يُرِيدُ عَائِشَةَ."[1]

"یہ بہت نقصان اور خسارے کی بات ہے، کیا تمہیں یہ ڈر نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ناراضگی کی وجہ اللہ ناراض ہو سکتا ہے، تب تو ہلاکت کا اندیشہ ہے، آپ ﷺ کے ساتھ زیادہ تکرار نہ کرو، کسی معاملے میں جواب مت دو، اور قطع تعلق مت کرو، جو کچھ بھی مطلوب ہو مجھ سے کہا کرو۔ اس بات سے غلط فہمی میں مبتلا مت ہو کہ تمہاری پڑوسن یعنی عائشہؓ نبی ﷺ کے ہاں زیادہ محبوب و مقرب ہے (تو جس طرح کے ناز نخرے اور لاڈ پیار وہ اٹھواتی ہے تم بھی اٹھوانے لگو)۔"

اولاد کو تعلقات اور معاملات میں میانہ روی کی تعلیم دینا

تربیتِ اولاد کے باب میں والدین کی ایک ذمہ داری یہ ہے کہ انہیں معاشرے میں رہنے کا ڈھنگ سکھائیں، لوگوں کے ساتھ میل جول لین دین کا طریقہ کار سمجھائیں، اور باہمی تعلقات اور معاملات کے اصول وضوابط کی تعلیم دیں، تاکہ عملی زندگی ان کو آسانی رہے، نیز لاعلمی اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے انہیں کسی بڑے نقصان کا سامنا نہ ہو، جس کے نتیجے میں پچھتاوے کی نوبت آئے۔ عمر فاروقؓ اپنے فرزند یعنی عبد اللہ بن عمرؓ کو ایسی ایک نصیحت فرماتے ہیں:

" لا يكن حبك كلفا، ولا بغضك تلفا، فقلت: كيف ذاك؟ قال: إذا أحببت كلفت كلف الصبي، وإذا أبغضت أحببت لصاحبك التلف"[2]

"تیری محبت دلدادگی نہ بنے اور تیری نفرت ہلاکت نہ بنے۔ (عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ) میں نے (اس کی وضاحت) پوچھی: یہ کیسے ہوگا؟ تو آپ رض فرمانے لگے: (اس کی وضاحت یہ ہے کہ) جب (تم لوگ) محبت کرتے ہو تو بچوں کے طرح دلدادہ ہو جاتے ہو، اور جب نفرت کرتے ہو تو اپنے مدمقابل کے لیے ہلاکت چاہنے لگتے ہو۔"

---

1. Bukhari, *Al-Jaame Al-Sahih*, Book: Al-Mazaalim Wa Al-Ghazab, Chapter: Al-Ghurfah..Hadith:2468
2. Al-Bukhari, *Al-Adab Al-Mufrid*, Hadith: 1322, p.448

اولاد کو احتیاط کی تعلیم دینا

والدین کا فریضہ ہے کہ اولاد کو رہن سہن کے معاملات میں احتیاط برتنے اور لاپرواہی سے باز رہنے کی تلقین کریں، کیونکہ ایک احتیاط صد افسوس سے بہتر ہوتا ہے، بے احتیاطی سے جب ایک دفعہ نقصان ہو جائے، تو پھر ہاتھ ملنے اور آہیں بھرنے سے کوئی تلافی نہیں ہو سکتی۔ اس حوالے سے عمرؓ کی ایک نصیحت امام بخاریؒ نے الآدب المفرد میں روایت کی ہے۔ نافعؒ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرؓ نے نصیحت فرمائی:

"إن النار عدو فاحذروها. فكان ابن عمر يتبع نيران أهله ويطفئها قبل أن يبيت"[1]

" آگ دشمن ہے؛ لہٰذا اس سے احتیاط کرو۔" نافعؒ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رض (اپنے والد کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے) اپنے گھر کے چولہوں کی آگ کی خبر گیری کرتے تھے اور سونے سے قبل انہیں بجھا دیا کرتے تھے۔"

اولاد کو نیکی، تقویٰ اور عالی اخلاق کی نصیحت کرنا:

والدین پر لازم ہے کہ پیار و محبت کے ساتھ انہیں وقتاً فوقتاً نیکی اور تقویٰ کی نصیحت کرتے رہا کریں، اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ والدین اپنی اولاد سے انتہائی مخلص اور خیر خواہ ہوتے ہیں، اور اخلاص اور خیر خواہی والی نصیحت بلاشبہ دل میں جگہ بناتی ہے، پس والدین اہتمام کے ساتھ اپنی اولاد کو نصیحت کرتے رہا کریں، جس کے بہترین فوائد انشاءاللہ ضرور حاصل ہوتے رہیں گے۔

عمر بن خطابؓ کی اپنی اولاد کو نیکی و تقویٰ کی نصیحت کا خوب اہتمام فرماتے تھے، آپ رض کے فرزند عبد اللہ بن عمرؓ ایک دفعہ سفر پر تھے، تو عمرؓ نے انہیں خط لکھ نصیحت فرمائی:

"أما بعد فإن من اتقى الله وقاه، ومن اتكل عليه كفاه، ومن شكر له زاده، ومن اقترضه جزاه. فاجعل التقوىعمارة قلبك، وجلاء بصرك. فإنه لا عمل لمن لا نيّة له، ولا خير لمن لا خشية له، ولا جديد لمن لا خلق له. "[2]

امابعد! جو کوئی اللہ سے ڈرے اللہ اسے اپنی حفاظت میں رکھتا ہے، جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی کفایت فرماتے ہیں، جو کوئی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اللہ تعالیٰ اسے مزید نعمتیں دیتا ہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کے راستے میں خرچ کر کے اللہ تعالیٰ) کو قرض دے اللہ تعالیٰ اسے بدلہ عطا فرماتا ہے، تقویٰ کو اپنے دل کی آبادی اور نگاہوں کی روشنی بناؤ، بغیر نیت والے کا عمل قبول نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ سے بے خوف شخص میں بھلائی نہیں ہوتی اور پرانی چیزوں پر گزارہ نہ کرنے والے کو نئی نعمتیں نہیں ملتیں۔"

علی المرتضیٰؓ اپنے فرزند حسنؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"يا بني سمعت رسول الله ﷺ يقول:"لا فقر أشد من الجهل، ولا مال أفضل من العقل، ولا وحدة أوحش من العجب، ولا مظاهرة أوثق من المشاورة، ولا عقل كالتدبير، ولا حسب كحسن الخلق، ولا ورع كالكف، ولا

1. ibid, Hadith: 1225, p.420
2. Undulsi, Ahmad bin Muhammad, *Al-Aqd Al-Fareed*, Daar Al-Kutub Al-Ilmiyah, ed.1, 1404AH, 99,100/3

عبادة كالتفكر، ولا إيمان كالحياء، ورأس الإيمان الصبر، وآفة الحديث الكذب، وآفة العلم النسيان، وآفة الحلمالسفه، وآفة العبادة الفترة، وآفة الطرف الصلف، وآفة الشجاعة البغي، وآفة السماحة المن، وآفة الجمال الخيلاء، وآفة الحب الفخر."[1]

"میرے بیٹے! میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے: جہالت سے بڑھ کر کوئی مسکینی نہیں، عقل سے بڑی کوئی دولت نہیں، خود پسندی سب سے بڑی تنہائی ہے، باہمی مشاورت سے بڑھ کر کوئی تعاون نہیں، عقل مندی بہترین تدبیر ہے، خوش خلقی بہترین شرافت ہے، گناہوں سے باز رہنا بہترین پرہیز گاری ہے، غور وفکر بہترین عبادت ہے، حیاء داری بہترین ایمانداری ہے، صبر ایمان کی جڑ ہے، جھوٹ گفتگو کے لیے آفت ہے، بھولنا علم کے لیے آفت ہے، بے وقوفی بردباری کے لیے آفت ہے، سستی عبادت کے لیے آفت ہے، بے برکتی برتن کے لیے آفت ہے، سرکشی بہادری کے لیے آفت ہے، جتلانا بھلائی کے لیے آفت ہے، گھمنڈ خوبصورتی کے لیے آفت ہے، اور فخر ومباہات محبت کے لیے آفت ہے۔"

خلاصۂ بحث

اس آرٹیکل میں اولاد کی تربیت سے متعلق حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی تعلیمات اور اسوہ حسنہ کا بیان تھا، کہ ان حضرات کی عائلی زندگی میں اولاد کی تربیت کی کیا اہمیت تھی، ان کی تربیت میں کن امور کا خیال رکھا جاتا تھا، اور کس طریقے سے وہ حضرات اپنے اوپر عائد اولاد کے حقوق ادا کرتے تھے؟ نیز ان حضرات کی پیروی کرکے ہم معاصر عائلی زندگی میں اولاد کی تربیت کے حوالے کیا رہنمائی حاصل کرسکتے ہیں؟ ذیل میں اس بحث سے مستنبط ہونے والے نکات اختصار کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں:

- اولاد کی تربیت کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کی فطری صلاحیتوں اور مہارتوں کو تدریج کے ساتھ پروان چڑھا کر انہیں خیر اور کمال کی طرف پھیر دیا جائے۔ اولاد کی تعلیم وتربیت والدین کی شرعی، قانونی اور اخلاقی ذمہ داری ہے، اگر والدین بچوں کی تربیت اور خبرگیری کے حوالے سے غفلت برتیں گے تو اس کے نتیجے میں معاشرہ سخت بربادی اور تنزلی کا شکار ہوگا۔
- اولاد کی تربیت میں سب پہلا اصول یہ ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے راستے میں قربانی کا جذبہ پیدا کیا جائے، دین کے لیے گھر بار چھوڑنے اور راحت آرام ترک کرنے کا خوگر بنایا جائے۔ جب اولاد سے غلطی کا ارتکاب تو تربیت کا تقاضا یہی ہے کہ ان کو غلطی پر تنبیہ کی جائے، ان کی اصلاح کی پوری کوشش کی جائے۔ اگر اولاد سے کوئی بڑی خطا صادر ہوجائے تو ان کی تنبیہ اور سرزنش کے ساتھ ساتھ موقع محل کی مناسبت سے ان کو سزا دینا ان کی تربیت کا حصہ ہے۔
- اولاد کو حتی الوسع دنیاوی مناصب اور عہدوں سے دور رکھا جائے، کیونکہ اختیار ملنے کے بعد ذمہ داری بڑھ جاتی ہے اور دین کے حوالے سے کوتاہی کے خدشات بڑھ جاتے ہیں۔

---

1. Ibn Kathir, *Al-Bidayah wa Al-Nihayah*, 44/8

- بھلائی اور صدقہ خیرات وغیرہ کے کام اولاد کے ہاتھ سے کروانا بھی ان کی تربیت کا ایک حصہ ہے، اس سے ان میں نیکی کے کاموں میں رغبت اور انسیت پیدا ہوتی ہے۔ اولاد کو حسنِ معاشرت کی تعلیم دی جائے، اور انہیں آپس میں متفق و متحد رکھنے کی تدبیر کی جائے، اور انہیں ایسے امور سے بچنے کی تلقین کی جائے جن کی وجہ سے آپس میں پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو۔